ہوگا، لیکن اگر ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے رونما ہونے والے واقعات کے حقائق پر گہری نظر رکھیں اور عمومی طور پر قائم ہونے والے غلط اندازوں کو مسترد کردیں، تو ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔

ہندوستان: تبدیلی مذہب پر قومی بحث

[ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے بتدریج مقبولیت حاصل کرنے، اور اس کے اقتدار حاصل کرنے کے نتیجہ میں اقلیتیں ظلم وستم کا نشانہ بن رہی ہیں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی گزشتہ مخلوط حکومت کے دوران میں آسام اور گجرات میں مسیحیوں کے خلاف پر تشدد اقدامات ہوئے، اور حالیہ حکومت بھی ان ہی قوتوں کے بل بوتے پر اقتدار میں آئی ہے۔ اس کا رویہ ماضی سے چنداں مختلف نہ ہو گا۔ ماہنامہ ''افکار ملی'' (دہلی) کے مدیر نے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات، بالخصوص اچھوتوں (جنہیں آج کل دلت کہا جاتا ہے) کی تبدیلی مذہب کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر ایک اداریے میں پیش کیا ہے جس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ مدیر]

گجرات کے عیسائی طبقہ پر حملوں کا جائزہ لینے کی غرض سے جب وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا تو بجائے اس کے کہ ملوث افراد کو نشانہ تنقید بناتے اور حکومت گجرات کو غنڈہ عناصر کی سرکوبی کا حکم دیتے، تبدیلی مذہب کے مسئلہ پر قومی بحث کا شوشہ چھیڑ کر غالباً انہوں نے ہندو جاگرن منچ (جس کے صدر کے ساتھ انہوں نے ان علاقوں کا دورہ کیا تھا جنہیں بعد میں ریاستی حکومت نے حملوں کے الزام میں گرفتار بھی کرلیا ہے) کی جبری شدھی تحریک کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ دوسری جانب یہ تأثر بھی دینے کی کوشش کی کہ گویا عیسائی مشنری پیسے و دیگر مراعات نیز زور زبردستی کے ذریعہ قبائلیوں کا مذہب تبدیل کررہے ہیں۔

ہندوستان کا دستور ہر شہری کو مذہب پر چلنے، مذہب کی تبلیغ و اشاعت، نیز تبدیلیٔ مذہب کی آزادی دیتا ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب بھی یہاں پس ماندہ طبقات بالخصوص دلتوں اور قبائلیوں نے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام یا عیسائیت قبول کی، انہیں طرح طرح کے مصائب اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کبھی ان پر یہ الزام لگا کہ انہوں نے پیسے کے لالچ میں ''دھرم پریورتن'' کیا ہے اور کبھی انہیں اپنے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ تامل ناڈو کے بعض علاقوں (میناکشی پورم وغیرہ) میں جب وہاں کے پس ماندہ طبقات نے اسلام قبول کیا تو یہ الزام لگایا گیا کہ مسلمانوں نے پیٹرو ڈالر کا لالچ دے کر دلتوں سے مذہب تبدیل کرایا ہے، جسے نہ تو آج تک ثابت کیا جا سکا اور نہ ہی اسلام قبول کرنے والوں کو واپس اپنے سابقہ مذہب کی طرف لے جانے میں وشوا ہندو پریشد اور دیگر ہندو تحریکات کامیاب ہو سکیں، جب کہ انہیں ہر طرح کا لالچ دیا گیا تھا۔ مسلمانوں پر یہ بھی الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں جبراً یہاں کی ہندو آبادی کو مسلمان بنایا۔ اب جب کہ مسلمانوں کا دورِ حکومت اور نام نہاد جبر ختم ہو گیا ہے تو کونسی طاقت ان لوگوں کو جو ''جبراً'' مسلمان ہو گئے تھے اپنے سابقہ مذہب پر واپس آنے سے روک رہی ہے؟

دستور میں مذہبی آزادی کی دفعہ- ۲۵ رکھتے وقت دستور ساز اسمبلی میں اس مسئلہ پر اتنی بحث چلی تھی کہ تقریباً آدھا وقت اس کی نذر ہو گیا تھا۔ تو کیا دستور ساز اسمبلی کی اس بحث کو قومی بحث نہیں مانا جائے گا، تاہم اس مسئلہ پر اب بھی گفتگو ہو سکتی ہے، لیکن اس مسئلہ پر گفتگو کا آغاز اس بات کا جائزہ لینے سے ہونا چاہیے کہ آیا بھارت میں تبدیلیٔ مذہب کی عملاً آزادی ہے بھی یا نہیں؟

دستورِ ہند مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی آزادی دیتا ہے، تاہم جب اس کی تبلیغ کے نتیجے میں کوئی شخص یا افراد اسلام یا عیسائیت قبول کرتے ہیں تو تبلیغی مشن یا مبلغین پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ پیسوں اور دیگر مراعات کا لالچ دے کر ان سے مذہب تبدیل کرا رہے ہیں۔ مذہب تبدیل کرنے والوں کا سماجی بائیکاٹ تو ہوتا ہی ہے، مزید براں اُن کی راہ میں طرح طرح کی قانونی و

دیگر مشکلات بھی کھڑی کی جاتی ہیں، اور ایسا کرنے میں بعض اوقات حکومتی مشینری اور پولیس بھی شامل ہوتی ہے۔ ایسے متعدد واقعات آئے دن سامنے آتے ہیں۔ اگر بدقسمتی سے اسلام قبول کرنے والی کوئی صنفِ نازک ہو تو اس کے سامنے تو مسائل کا انبار کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ گزشتہ دنوں دہلی میں پیش آیا تھا جب جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ایک ہندو طالبہ نے اسلام قبول کیا۔ چند دن بعد اچانک وہ اپنے گھر میں مردہ پائی گئی۔ گھر والوں نے اسے خودکشی کا واقعہ بتایا اور پولیس نے بھی درپردہ ان کی مدد کی، تاہم جب کچھ دردمند مسلم وکلاء نے عدالت سے رجوع کیا تو اس کیس کی تحقیقات شروع ہوئیں، لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔

اس ملک میں دلتوں کو تعلیم گاہوں اور ملازمتوں میں ریزرویشن حاصل ہے، لیکن جیسے ہی کوئی دلت اسلام قبول کرتا ہے تو یک لخت اس کی تمام مراعات ختم ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ درپردہ مذہبی آزادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے؟ لہٰذا بحث اس پر ہونی چاہیے کہ دلتوں کو مراعات کا لالچ دے کر کون انھیں اپنا مذہب تبدیل کرنے سے روک رہا ہے، اس پر مستزاد ان مراعات سے بے پروا ہو کر عزت و وقار، نیز اخروی فلاح کی خاطر جب وہ اسلام یا عیسائیت قبول کرتے ہیں تو ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔

ایک مسئلہ اور بھی ہے جو اس بحث سے براہ راست جڑا ہوا ہے کہ کیا مذہبی اقلیتوں کے علاوہ اس ملک کے رہنے والے سب کے سب ہندو ہیں؟ کیا قبائلی ہندو ہیں اور وہ دلت بھی، جو خود کو ہندو کہلانا پسند نہیں کرتے۔ ہندو دھرم کے علمبرداروں کی یہ تاریخ رہی ہے کہ انھوں نے کسی اور مذہب یا گروہ کو اس ملک میں پنپنے نہیں دیا۔ بودھ دھرم، جین مت اور سکھ مت ہندو دھرم سے بغاوت کی شکل میں سامنے آئے تھے، لیکن انہیں ہندو دھرم میں اس طرح جذب کر دیا گیا کہ وہ بمشکل تمام ہی خود ایک چھوٹے سے طبقہ کی شکل میں باقی رہ پائے ہیں۔ دوسری جانب دستور بھی انہیں ہندوؤں کے زمرے میں کھڑا کر دیتا ہے، البتہ ہندو دھرم گروں اور فرقہ پرستوں کے لیے

اسلام اور عیسائیت ٹیڑی کھیر ثابت ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو تمام تر کوششوں کے باوجود نہ تو ختم کیا جاسکا اور نہ ہی ہندو کلچر میں جذب کیا جاسکا، بلکہ اس کے علی الرغم ہندو معاشرہ سے لوگ کٹ کٹ کر اسلام اور عیسائیت کی طرف برابر چلے آرہے ہیں، لہذا ورن آشرم کے فلسفہ پر مبنی اس نظام کے رکھوالوں کو یہ بات ایک آنکھ نہیں بھارہی ہے۔ وہ تو اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح دستور میں دی گئی یہ آزادی ہی سلب کرلی جائے۔

وزیراعظم اور سنگھ پریوار کے لیڈروں کو تبدیلئ مذہب کو مسئلہ بنانے کے بجائے اس مسئلہ پر چنتن کرنا چاہیے کہ دلت اور قبائلی اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام یا عیسائیت کیوں قبول کر رہے ہیں؟ ظاہر ہے یہ غور وفکر انہیں اس نتیجہ پر پہنچائے گا کہ اس کا اصل سبب ہندو دھرم کا ظالمانہ طبقاتی نظام ہے جو دلتوں اور کمزور طبقات کو جانوروں سے بدتر درجہ دیتا ہے۔ اس دور میں جب کہ تعلیم اور آزاد سیاسی فضا نے انسانی غلامی کی ہر بیڑی کو کاٹنا شروع کردیا ہے، اگر دلت اور قبائلی اس ظالمانہ نظام سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس کا حق ملنا چاہیے، اگر سنگھ پریوار واقعی اس پر مضطرب اور پریشان ہے تو دوسروں پر پتھر پھینکنے کے بجائے اسے اپنے گھر کو ٹھیک کرنے پر توجہ دینی چاہیے۔

(افکار ملی - دہلی، فروری ۱۹۹۹ء)

پوپ کیسے کام کرتے ہیں۔

[کیتھولک عقیدے کے مطابق پوپ ہر قسم کے سہو وخطا سے بری ہیں، اور اُن سے کسی غلطی کا امکان نہیں۔ اس پس منظر میں آر-اے-ڈی سوزا کا یہ مضمونچہ دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ مدیر]

پہلی ویٹی کن کونسل (۷۰-۱۸۶۹ء) نے پوپ کے سہو وخطا سے بری ہونے کے عقیدے کو واضح شکل دی تھی۔ اس کونسل میں صرف ایک امریکی کارڈینل شریک تھے، جن کا نام گبنز